۳۵

جناب محترم المقام مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ کرے مزاج گرامی بخیر ہوں،

۱۰/۴/۱۳۹۰

۱۸ / ۱۹۷۰

۸۷/۳۹۴

عرض ہے کہ اولیاء کرام کی قبروں پر قبوں کی تعمیر کی متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے حوالے سے ایک دلیل اور طرزِ استدلال سامنے آیا ہے، جسے آپ کے حضور پیش کرنے کا مقصد اس کی اصولی وفقہی تردید پر علم کا حصول اور اس امر میں اپنی جہل وعاجزی کا ازالہ ہے، ہمارے علاقے میں، جہاں کی تمام آبادی الحمد للہ علمائے دیوبند کے فکر سے منسلک ہے، جب رسمی تصوف کے علمبرداروں کے ہاتھ ایسی کوئی دلیل لگتی ہے تو وہ عوام میں اس کا بہت چرچا کرتے ہیں، انہیں اپنے آباؤ اجداد کی قبور سے نامشروع طریقے پر جوڑے رکھنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔

"خان صاحب" نے پہلے اولیاء اللہ اور ان کی مقابر کو شعائر اللہ میں سے ہونا شمار کرایا ہے اور اس بنا پر ان قبور کی تعظیم اور احترام کو لازم ٹھہرایا ہے، پھر مزارات پر چراغاں کرنے، چادریں چڑھانے اور قبروں پر تعمیرات بنانے کی بابت لکھا ہے:

"سلف صالحین کے قلوب، تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے، تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث وبے فائدہ تھیں، اب، کہ بے تزک واحتشام ظاہری، قلوبِ عوام میں وقعت نہیں آتی، ان باتوں کی حاجت ہوئی، مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی حاجت ہوئی، مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش ونگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی حاجت ہوئی، ان تمام افعال پر احادیث واحکامِ سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ وناقہم۔"

سطورِ بالا سے کچھ قبل لکھا ہے:

"اس کی نظر مصحف شریف کا مطلا ومذہب کرنا ہے، جائز ومستحب ہے کہ دلیل تعظیم وادب ہے۔"

"جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المساجد."

(در مختار، ۲/۲۴۰، ط مجتبائی)

"یونہی مساجد کی آرائش، ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدرِ اول میں نہ تھے، بلکہ حدیث میں تھا:"

جامعہ ... (مہر)

"لتزخرفنها کما زخرفت الیهود والنصاری" (سنن ابوداود)

مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوبِ عامہ پر اثرِ تعظیم پیدا کرتا ہے، لہذا ائمۂ دین نے حکم جواز دیا،

"لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذهب" (تبیین: ۱/۱۶۸)

"یونہی مسجدوں کے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدرِ اول میں نہ تھے بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا: "أبنوا المساجد واتخذوها جما" (السنن الکبریٰ)

"أبنوا مساجدکم جما وابنوا مدائنکم مشرفة"

(مصنف لابن أبی شیبة: بحوالہ تخاریج فتاوی رضویہ جدید)

"امام ابن المنیر شرحِ جامعِ صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراهية زخرفة المسجد لاشتغال قلب المصلي بذلك او لصرف المال في غير وجهه نعم اذا وقع ذلك على سبيل تعظيم المساجد ولم يقع الصرف عليه من بيت المال فلا بأس به ولو اوصى تشييد مسجد وتحميره وتصفيره نفذت وصيته لانه قد حدث للناس فتاوى بقدر ما احدثوا وقد أحدث الناس مؤمنهم وكافرهم تشييد بيوتهم وتزيينها ولو بنينا مساجدنا باللبن واجعلنها متطامنة بين الدور الشاهقة وربما كانت لاهل الذمة، لكانت مستهانة" (ارشاد الساری شرح البخاری: ۱/۴۴۰)

"اسی قبیل سے ہیں مزاراتِ اولیائے کرام و علمائے عظام (قدست اسرارهم) پر عمارات کی بنا کہ باوصفِ حدیث صحیح مسلم وابوداود ونسائی و مسند احمد (رحمہم اللہ): "عن جابر رضی اللہ عنہ نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقعد وان یجصص وان یبنی علیہ" جس میں صراحتاً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے، سلفاً و خلفاً ائمۂ کرام و علمائے اعلام نے جائز رکھی، مجمع بحار الانوار میں ہے: "قد أباح السلف علی قبور الفضلاء والاولياء والعلماء ليزوروهم ويستريحون فيه." (۳/۱۴۰)

"ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانۂ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں"

یہ تھے خان صاحب کے طویل رسالے

(جاری ہے ...)

Scanned by CamScanner

Dated:

کے کچھ اقتباسات، جو بندہ نے اہم، اپنے لحاظ سے مشکل اور قابل رجوع سمجھ کر نقل کر دیے، خاص کر مساجد کو منڈی بنانے کی جو حدیث اور روایت کی گئی ہے اور جس سے خان صاحب نے اپنا استدلال باندھا ہے بندہ کو قابل غور اور حل طلب اشکال معلوم ہوتا ہے،
اگر فرصت ہو تو خان صاحب کا مورد بحث و نظر رسالہ، جو بریق المنار بشموع المزار کے نام سے فتاوی رضویہ جدید ج نہم میں شامل ہے ملاحظہ فرمالیا جائے؛

امید ہے کہ خان صاحب کے دلائل کی علمی و اصولی تردید فرما کر اولاً اس عاجز بندہ کو اور ثانیاً جمیع اہل سنت و جماعت مومنین کو مستفید و ممنون فرمائیں گے۔

مستفتی:
عبد السلام
جامعہ انوار العلوم کورنگی، کراچی
فون: ۰۳۳۲۵۰۶۲۶۴۵

بمعرفت حبیب اللہ مدرسہ نظامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

اللہ رب العزت نے ابدالآباد کی خوشیاں حاصل کرنے کیلئے انسانوں کو ایک کامل، اکمل وادوم دین وشریعت عطا فرمائی ہے جس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے اکیاسی روز قبل، ۹ ذوالحجہ، جمعہ کے روز، عصر کے بعد اللہ جل شانہ یہ اعلان کر دیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط (پ ۶ المائدہ، رکوع ۱)

اس اعلان خداوندی کا منشاء یہی ہے کہ اب قیامت تک اس دین میں کسی ترمیم وتنسیخ اور حذف واضافہ کی نہ ہی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔ اس سے ہٹ کر حرف اور حرف ضلالت وگمراہی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المؤمنین، خلیفہ راشد، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ

إنا کنا أذل قوم فأعزنا الله بالاسلام فمهما نطلب العز بغیر ما أعزنا الله به أذلنا الله.

(مستدرک ۱/۶۲، ۲/ ۸۲ وقال الحاکم والذهبی صحیح (۱/۱۳۰، رقم الحدیث ۲۰۷، دار الکتب العلمیۃ) (۱/۱۶۰ قدیمی)

اسی طرح پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

اما بعد! تمہارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے جو مکمل کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے اس کے بعد کوئی دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے، خدا بزرگ وبرتر نے جو چیز حلال کر دی وہ قیامت تک حلال رہیگی اور جو چیز حرام کر دی وہ قیامت تک کیلئے حرام رہے گی، میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں میں تو صرف احکام الٰہی کو نافذ کرنے والا ہوں (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۸)

یا ایها الناس انه لیس بعد نبیکم نبی ولا بعد کتابکم کتاب ولا بعد سنتکم سنة ولا بعد امتکم امة الا وان الحلال ما احل الله فی کتابه علی لسان نبیه حلال الی یوم القیامة الا وان الحرام ما حرم الله فی کتابه علی لسان نبیه حرام الی یوم القیامة الا ... (دارمی)

اس کے آگے یوں ارشاد فرمایا:۔ کما (موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رسالہ حکم الاحتفال ۷/۱۰۹)

الا وانی لست بمبتدع ولکنی متبع.

خبردار میں بدعتی نہیں ہوں بلکہ میں تو متبع سنت ہوں۔

ولادت سے لے کر وفات تک، خوشی سے غمی تک، زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کی اصلاح کیونکہ ہمیں صرف اور صرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑے گا جو ہر طرح سے محفوظ ہے، اس کے ہوتے ہوئے ہمیں نہ تو کسی اور طرف نگاہ اٹھانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: فرمایا

فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ
وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة (مستدرك ۱/۹۶) (ترمذی کتاب العلم،

فرمایا تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو معمول بناؤ اور اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے اس کو پکڑو، تم نئی نئی باتوں سے پرہیز کرو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔

آپ کے اصحاب رضوان اللہ اجمعین کی جماعت ایسی جماعت ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک فعل کو محفوظ کیا، اپنایا اور چہار سو پھیلایا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج خود ساختہ بدعات کو علی الاعلان کیا جاتا ہے اور اسلام کے نام پر ان کا پرچار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس جماعت قدسیہ میں ان بدعات کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ باوجود کمال عشق ومحبت کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان (بدعات) میں سے کوئی کام نہ کیا اور نہ ہی ان کے بعد تابعین نے اور نہ ہی تبع تابعین نے۔ فوتگیاں ان کی بھی ہوتی تھیں، جنازے ان کے بھی اٹھتے تھے، قبریں انکے ہاں بھی بنتی تھیں۔ مگر ان بدعات سے صاف اور خالی ہوتی تھیں۔ یہ بالکل سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس وقت یہ کام ان کو نہ سوجھے اور آج ان کا صدور تواتر سے ہو رہا ہے۔ حالانکہ عشق ومحبت ان میں زیادہ تھی، علم وتقوی ان میں زیادہ تھا، خوف خدا اور فکر وعبادت ان میں کامل واکمل تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت ان امور کو دین بننا نصیب نہ ہوا اور آج بیک انقلاب یہ دین، شعار دین اور علامات اہل سنت بن گئے۔ للہ! ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
فلا تعبدوها (الاعتصام ص ۱/۲۱۱ باب في الفرق البدع والمصالح المرسلة، دار المعرفة)

ہر وہ (کام) عبادت جس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا، سو تم بھی اس کو مت کرو۔

(۔۔۔۔۔۔ جاری ہے)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ

واما اهل السنة والجماعة فيقولون في كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة هو بدعة لأنه لو كان خيرا لسبقونا إليه لأنهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير إلا وقد بادروا إليها. (تفسیر ابن کثیر ۴/ ۱۹۹ سورۃ الاحقاف تحت آیت ۱۱ دارالسلام)

اہل سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے کیونکہ اگر وہ کام اچھا ہوتا تو ضرور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس کام کو کرتے اس لیے کہ انہوں نے نیکی کے کسی پہلو اور کسی نیک اور عمدہ خصلت کو نظر انداز نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے۔

الغرض! اس کے خلاف گمراہی اور بدعت ہے اخروی تباہی بھی (اعاذنا اللہ منہ) آج جو دلائل اہل بدعت پیش کرتے ہیں بعینہا یہ دلائل اس وقت بھی موجود تھے مگر نہ تو ان کو ان دلائل سے بدعت کا جواز معلوم ہوا اور نہ ہی ان میں ان کے نزدیک کوئی آنکھ کو بھانے والی حکمت و شہرت آشکارا ہوئی لیکن آج ان ہی دلائل سے بدعات کا جواز بطور ثبوت مل رہا ہے ..... !! اور اس وقت نہ مل سکا....؟!! اگر آج یہ بدعات جائز اور کار ثواب بن گئی ہیں تو اس کا یہی مطلب نکلے گا کہ ہم علم و تقویٰ میں، دیانت اور ہدایت میں ان سے سبقت لے گئے ہیں کہ یہ عبادات اور طاعات ان کو باوجود عمدہ ہونے کے نہ سوجھیں اور ہمیں روز روشن کی طرح واضح نظر آتی ہیں۔ (العیاذ باللہ)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

والدليل على ذلك أنك لا تجد مبتدعا ممن ينسب إلى الملة الا وهو يستشهد على بدعته بدليل شرعي فينزله على ما وافق عقله وشهوته (الاعتصام ۱/ ۱۰۹ باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها دار المعرفة)

ان ہی بدعات ضلالہ میں قبروں پر مزار و قبے بنانے کی بدعت قبیحہ بھی ہے جس کے جواز کے ثبوت کے لیے مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے سب سے پہلے اولیاء اللہ کو شعائر اللہ میں شمار کیا اور پھر ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے ان کی قبور کو بھی شعائر میں داخل کر دیا۔

سبحان اللہ! پندرھویں صدی میں حضرات اولیاء اللہ کے مزارات کو بھی شعائر اللہ میں سے شمار کیا جانے لگا۔

(...... جاری ہے)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ نے معظم شعائر اللہ چار گنوائے ہیں۔
۱۔ نبی اللہ ۲۔ کلام اللہ ۳۔ بیت اللہ ۴۔ نماز (حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۷۰)
حضرت شاہ صاحب کو تو قبور اولیاء اللہ، بلکہ خود اولیاء اللہ کو بھی شعائر اللہ میں شمار کرنا خیال نہیں آیا اور ان حضرات کو ۔۔ صرف اولیاء اللہ کو تو درکنار بلکہ ان کی قبور کو بھی شعائر اللہ میں سے گنوایا جا رہا ہے۔ یا للعجب!!
حالانکہ علماء کرام کے کلام میں صاف ملتا ہے کہ جس کے خاتمہ بالخیر ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دی ہو اس کے متعلق حسن ظن ہی رکھا جا سکتا ہے قطعی طور پر اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں لگا سکتے تو پھر بالیقین کسی کو ولی اللہ شمار کرنا پھر اس سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے ان کو شعائر میں سے بنا دینا اور پھر اس پر بھی مستزاد، ان کی قبور کو بھی شعائر اللہ بنا دینا ....!!

کیا کہنے اس عقل و دانش کے! اول قبور کو شعائر اللہ میں سے ٹھہرایا گیا پھر اقرار کرتے ہوئے ((کہ سلف و صالحین کے قلوب شعائر اللہ (قبور) سے بھرے ہوئے تھے، ظاہری تزک و احتشام کی اس وقت ان اولیاء کو ضرورت نہ تھی۔ اور اب اس دور میں عوام الناس کے دلوں میں ان قبور کی عظمت و احترام نہیں ہے اس لیے عوام کے دلوں میں شعائر اللہ (قبور) کی عظمت و احترام پیدا کرنے کے لیے ان کو پختہ کیا جائے، ان پر چادریں ڈالی جائیں، پھول ڈالے جائیں، چراغ روشن کئے جائیں)) عوام کو شرک و بدعت کی وادیوں میں دھکیلا جا رہا ہے۔ جن کا شعائر میں سے ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک ذہنوں میں نہ آ سکا ہم انہی کا پرچار کرنے لگے کیا شعائر کی تعظیم ان کاموں سے ہوگی جن پر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی سبحان اللہ! تعظیم کا یہ انداز، یہ پہلو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ ہو سکا اور نہ ہی آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو، کیونکہ اگر معلوم ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لعنت نہ فرماتے۔
ملاحظہ ہو:۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج اھ مشکوٰۃ المصابیح (۱/ ۷۱، قدیمی)
کیا کہنے اس قیاس " کہ اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے اس لیے ائمہ دین نے حکم جواز دے دیا " کے، کیا آج دین اسلام، قرآن پاک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و مواعظ حسنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بیانات و ذکر اللہ، معاذ اللہ بے اثر ہو گئے کہ عوام کے دل ان سے متاثر نہیں ہوتے اور قبور پر قبوں کی وجہ سے متاثر ہوں گے۔
(...... جاری ہے)

اللہ رب العزت کے علم و برداشت پر قربان جائیے کہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اپنی قبروں پر جن کو شعائر اللہ ٹھہرا کر قبوں کی بدعت کو ایجاد کیا جا رہا ہے۔ سجدہ ریز، بت پرستی کے مشابہہ شرک پرستی کو دیکھ کر اس امت پر عذاب عام کا فیصلہ نہیں فرما دیتے۔ وگرنہ ہم نے تو اپنی ہلاکت، بربادی و تباہی کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

آگے چلیے۔ دماغ حیران و پریشان رہ جاتا ہے کہ ایک طرف کھلا اعتراف کیا جا رہا ہے کہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں اس فعل (قبوں) کے خلاف واضح احادیث موجود ہیں، پھر اتنے خطرناک الفاظ سے ہٹ دھرمی "کہ ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے" (العیاذ باللہ) تو پھر علی الاعلان احکام سابقہ سے منہ موڑ کر دین اسلام کی قید و بند سے آزاد ہی کیونکہ نہیں ہو جاتے۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

سچ ہے گناہ اور بدعت دل کو سیاہ کر دیتے ہیں کہ پھر اپنی عقل کے سوا کسی اور کی بات تسلیم کرنا پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔

یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ صریح، واضح نصوص کی موجودگی میں زمانے اور عرف کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ مدارس دینیہ میں پڑھنے والا ایک عام طالب علم بھی اس بات کو جانتا ہے کہ واجبات، محرمات اور حدود مقررہ کو عرف اور زمانے کے تغیر کی وجہ سے نہیں بدلا جا سکتا۔ ملاحظہ ہو:-

قال العلامة ابن عابدین رحمة اللہ علیہ:-

إذا خالف العرف الدليل الشرعي فإن خالفه من كل وجه بأن لزم منه ترك النص فلاشك في رده كتعارف الناس كثيرا من المحرمات من الربا وشرب الخمر ولبس الحرير والذهب وغير ذلك مما ورد تحريمه نصا وإن لم يخالفه من كل وجه بان ورد الدليل عاما.

(رسائل ابن عابدين: نشر العرف في بناء بعض الإحكام على العرف، ۲/۱۱۴، سہیل)

نیز ملاحظہ فرمائیں:-

ابن قیم "ومع ذلك فهو يقول الأحكام نوعان: نوع لا يتغير عن حالة واحدة هو عليها لا بحسب الأزمنة ولا أمكنة ولا اجتهاد الائمة كوجوب الواجبات وتحريم المحرمات والحدود المقررة بالشرع على الحرام، ونحو ذلك فهذا لا يتطرق اليه تغير ولا اجتهاد يخالف ما منع عليه. (فتاویٰ علماء بلد الحرام ص۵۱)۔

(....... جاری ہے)

ان حضرات کے نظریے کے مطابق قبور کی تعظیم اصل مقصود ہے اور اس تعظیم کو دلوں میں پیدا کرنے کے لیے ان پر قبے اور مزارات، ظاہری تزک و احتشام ضروری ہے۔ اگر اس کسوٹی کو سنت کی روشنی میں پرکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قبور کی توہین نہ کی جائے۔ یعنی قبور پر بیٹھنا، ان کو روندنا، وہاں پیشاب و پاخانہ کرنا۔ قبور کی شکل و صورت کو بگاڑنا یہ سب امور شریعت میں ممنوع ہیں۔ قبر مسلمان کی عالم برزخ میں ایک رہائش گاہ ہے اس کا احترام کرنا ضروری ہے اور اس کی توہین ہرگز درست نہیں۔

رہی یہ بات کہ قبروں کی تعظیم اور احترام، قبے بنانے، قبور کو پختہ کرنے اور ان پر گنبد بنانے میں ہے یا نہیں؟ اس کا سیدھا سادھا جواب ایک مسلمان کے لیے بہت آسان ہے کہ قبور پر گنبد و قبے بنانے میں کوئی احترام نہیں ہے اور نہ بنانے میں کوئی توہین نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس میں تعظیم ہوتی سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز اس سے منع نہ فرماتے، آج ان حضرات کو اس میں مصلحت و فائدہ معلوم ہو رہا ہے، جس کی بنا پر ان کو جائز کہا جا رہا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس مصلحت و فائدے کی طرف ہمارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ذہن کیوں نہ گیا۔ غرضیکہ یہ تمام تر فوائد و مصالح خود تراشیدہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان کو اٹھا کر گلی میں پھینک دیا جائے۔

اب ایک نظر فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ڈالئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یکتب علیھا وان توطأ

(مسلم، کتاب الجنائز، باب النہی من تجصیص القبر والبناء علیہ، رقم ۲۲۴۵، ص ۳۸۹، دار السلام)

(ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی کراھیۃ تجصیص القبر رقم ۱۰۵۲، ۲/۱۵۲، دار الکتب العلمیۃ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

والبناء علیہ فإن کان في ملك الباني مکروہ وإن کان في مقبرۃ مسبلۃ فحرام نص علیہ الشافعي والأصحاب قال الشافعي في الأم ورأیت الأئمۃ بمکۃ یأمرون بھدم ما یبنی ویؤیدالھدم قولہ "ولا قبرا مشرفا الا سوّیتہ"

(شرح النووي علی المسلم: کتاب الجنائز، ۱/۱۳۲، قدیمی)

(۔۔۔۔۔ جاری ہے)

[stamp]

تفسیر روح المعانی میں ہے:۔

ثم إجماعاً فإن أعظم المحرمات وأسباب الشرك الصلوٰة عندها واتخاذها مساجد أو بناؤها عليها. وتجب المبادرة لهدمها وهدم القباب التي على القبور إذ هي أضر من مسجد الضرار لأنها أسست على معصية رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنه عليه الصلوٰة والسلام نهى عن ذلك وأمر بهدم القبور المشرفة، وتجب إزالة كل قنديل أو سراج على قبر ولا يصح وقفه ولا نذره اهـ

وفي المنهاج وشرحه للعلامة المذكور ويكره تجصيص القبر والبناء عليه في حريمه وخارجه في غير المسبلة.

(سورۃ الکہف، ۱۵/۲۳۸ دار احیاء التراث العربی)

فتاوی عالمگیریہ میں ہے:۔

ويسنم القبر قدر الشبر ولا يربع ولا يجصص.... ويكره ان يبنى على القبر.

(کتاب الجنائز: الفصل السادس في القبر والدفن، ۱/۱۶۶ رشیدیہ)

فتاوی قاضی خان میں ہے:۔

ولا يجصص القبر لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن التجصيص والتقضيص كما وعن البناء فوق القبر قالوا أراد بالبناء السقط الذي يجعل على القبر في ديارنا لما روى عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال لا يجصص ولا يطين ولا يرفع عليه بناء وسقط.

(کتاب الجنائز، باب فی الغسل المیت وما یتعلق به ۱/۱۹۴، رشیدیہ)

فتاوی شامیہ میں ہے:۔

والكراهة فيها وجوه: وتجصيصها، والبناء عليه. بحر............

ولكا البناء عليه فلم أر من اختار جوازه.

(کتاب الجنائز: مطلب فی دفن المیت، ۳/۱۶۳، ۱۷۰ دار المعرفة بیروت)

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:۔

قوله: (ويكره البناء عليه) ظاهر اطلاقه الكراهة انها تحريمية قال في غريب الخطابي نهى عن تقصيص القبور، وتكليلها، والتكليل بناء الكاسل وهي القباب الصوامع التي التي تبنى على القبر. (کتاب الصلوٰۃ ص ۶۱۱ قدیمی)

(۔۔۔ جاری ہے)

Scanned by CamScanner

حلبی کبیر میں ہے:

ویکرہ تجصیص القبر وتطیینہ وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ .... وعن ابی حنیفۃ انہ یکرہ أن یبنی علیہ بناء من بیت أو قبۃ أو نحو ذلک لما روی من الحدیث آنفا. (ص ۵۹۹، سہیل)

بدائع الصنائع میں ہے:

ویکرہ تجصیص القبر وتطیینہ وکرہ أبو حنیفۃ البناء علی القبر..... ویکرہ أن یزاد علی تراب القبر الذی خرج منہ، لأن الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء۔

(کتاب الصلوٰۃ، سنن الدفن، ۲/ ۶۵، رشیدیۃ کوئٹہ)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے:

وھی ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصھا۔

(کتاب الایمان: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی ۱/ ۱۴۲، رشیدیۃ)

اس کے علاوہ کتب احادیث وشروح احادیث اور فقہ حنفی کی ہر معتبر کتاب میں یہ مسئلہ تفصیلا مذکور ہے، ایسے میں اگر کسی کتاب سے جواز والی عبارت پیش کی جائے تو یہ صریح نصوص کے مقابلے میں تفرد وشاذ کا درجہ رکھے گی۔

خلاصہ کلام! اگر واضح احادیث اور اقوال فقہاء کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حضرات اولیاء کرام کی تعظیم وتکریم وتوقیران قبوں اور مزاروں کے بنانے میں ہے تو یہ تعظیم مزار اور قبے بنانے والوں کا ہی مذہب ہوگا ہمارے نزدیک تو اللہ رب العزت اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات کے آگے سر تسلیم خم کرنے ہی سے حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالی اور بزرگان دین کی تعظیم ہوتی ہے۔ فقط

واللہ یہدی لمن یشاء

کتبہ: محمد راشد ڈسکوی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

بالجامعۃ الفاروقیۃ بکراتشی

۱۰/ ۵/ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح

[illegible]

الجواب صحیح

[illegible]

۱۳/ ۵/ ۳۰ھ

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی